پاکستانیات

یوم آزادی کی پکار

رئیسہ عزیز

شیخ سعدی کی ایک حکایت ہے کہ ایک مسافر اندھیری رات میں کسی رہگذر سے گزرا۔ اس نے دیکھا کہ سرراہ ایک نابینا ہے اور اس کے ہاتھ میں روشن چراغ ہے۔ مسافر کو بڑی حیرت ہوئی۔ خاموش نہ رہ سکا اور نابینا سے دریافت کیا کہ تم خود تو بینائی سے محروم ہو' تمھارے لیے رات کی تاریکی اور دن کا اجالا برابر ہے' پھر تمھارے ہاتھ میں یہ روشن چراغ کیوں ہے؟

نابینا نے جواب دیا: "یہ چراغ میں نے اپنے لیے نہیں بلکہ تمھارے لیے روشن کیا ہے"۔

اس حکایت سے نصیحت اور عبرت کے بہت سے پہلو نکلتے ہیں لیکن تھوڑی دیر کے لیے یہ فرض کر لیجیے کہ یہ نابینا ہمارا ماضی ہے اور اس کے ہاتھ میں روشن چراغ ہماری رہنمائی کے لیے ہے۔

اس نابینا کی اب کوئی منزل نہیں ہے۔ وہ اپنے وقت کا حساب بے باق کر چکا ہے۔ اس کی مہلت عمل ختم ہو چکی ہے۔ اس کا اقتدار باقی نہیں رہا۔ اس کا اختیار سلب کر لیا گیا۔ اس کی فتوحات داستان پارینہ ہیں اور اس کی ناکامیاں سامان عبرت ہیں۔

لیکن اس کے ساتھ ہمارا تعلق' ہمارا رشتہ' ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔ اسی رشتے اور اسی تعلق کی خاطر ہمارا ماضی سرراہ اس چراغ کو روشن کیے ہوئے ہے۔ اور زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ "دیکھ کر چلو۔ جن پتھروں سے ہم نے ٹھوکر کھائی' تم اس سے ٹھوکر مت کھانا۔ جن خار زاروں میں ہم اُلجھائے گئے' تم اس سے لہولہان مت ہونا۔ جن راہوں پر ہمارا قافلہ لٹ گیا' اس رہگذر سے تم مت گزرنا۔ جس گرداب میں ہماری کشتی ڈوبی ہے' تم اس سے بچ نکلنا۔ جن دوست نما دشمنوں سے ہم نے فریب کھائے' ان کی چالوں سے تم ہشیار رہنا۔ جو ہم نے کھو دیا' اسے تم پالینا۔ جو ہم نہ کر سکے۔ تم کر گزرنا"۔

جو قومیں اپنے ماضی سے سبق نہیں لیتیں' وہ مٹ جاتی ہیں۔

اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ (الاعراف ۷:۱۰۰)

اور کیا ان لوگوں کو جو سابق اہل زمین کے بعد وارث ہوتے ہیں، اس امر واقعی نے کچھ سبق نہیں دیا کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے قصوروں پر انھیں پکڑ سکتے ہیں؟ (مگر وہ سبق آموز حقائق سے تغافل برتتے ہیں) اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں، پھر وہ کچھ نہیں سنتے۔

جو قومیں گزشتہ نسلوں کے تجربات سے فائدہ نہیں اٹھاتیں، اللہ کا عذاب ان سے قریب ہوتا جاتا ہے۔ جو عروج کے نشے میں زوال کے اسباب کو نظرانداز کر دیتی ہیں، وہ فنا ہو جاتی ہیں۔ جو قومیں جدوجہد آزادی کی خونچکاں داستانوں کو اپنی کتاب زندگی سے مٹا دیتی ہیں، وہ غلامی کی زنجیروں سے نہیں چھٹتیں۔

یہ ایک زندگی سارے تجربات خود کرنے کے لیے بہت تھوڑی ہے۔ اسی لیے ہر قوم کا ماضی اس کا قیمتی سرمایہ ہوتا ہے جو اپنے عروج و زوال اور فتح و شکست کی داستان ہی نہیں بلکہ صدیوں کے تلخ و شیریں تجربات کے ماحصل کو بھی اپنی آیندہ نسلوں کے لیے مشعل راہ بنا دیتا ہے۔

ہم جن مراحل سے گزر رہے ہیں، وہ گزر چکا ہے، جو جدوجہد ہم کر رہے ہیں، وہ کر چکا ہے۔ غلامی سے آزادی تک کے جو فاصلے آج ہم ناپ رہے ہیں، وہ ان کی پیمایش کر چکا ہے۔ دوست اور دشمن کی شناخت میں جو غلطی ہم کر رہے ہیں، وہ کر چکا ہے۔

آج ہر رہگذر پر ہمارا ماضی ہمیں آواز دے رہا ہے، ہمیں خبردار کر رہا ہے۔ ہمیں ان راہوں کے نشیب و فراز سے آگاہ کر رہا ہے۔ ہم پر دوست اور دشمن کا فرق واضح کر رہا ہے۔ ہمیں آزادی کی قدر و قیمت اور غلامی کی سو سالہ بے آبروئی اور دار و رسن کی جاں گداز داستان سنا رہا ہے۔ ۲۶ سال قبل پاکستان کے قلب پر جو قیامت ٹوٹی تھی اور اس المیے کے پس پردہ جو طاقتیں کارفرما تھیں، ان کی نشاندہی کر رہا ہے۔ تمھیں تمھاری آپ بیتی سنا رہا ہے۔

کیا اس کی پکار نہ سنو گے؟ کیا اس کی نصیحتوں کو بے وقعت کر دو گے؟

کیا اپنی سماعت، اپنی بصارت اور اپنی بصیرت کو رائیگاں کر دو گے؟

ایک اسلامی ریاست کا نظریہ تمھارا تھا۔ یہ تخیل تمھارا تھا۔ یہ برحق مطالبہ تمھارا تھا۔ وہ جدوجہد تمھاری تھی۔ وہ جذبہ تمھارا تھا۔ وہ کامیابی تمھاری تھی۔ وہ فتح تمھاری تھی۔

تو یہ ــــ انتشار ــــ یہ بدامنی، یہ خون ریزی، یہ عداوتیں اور یہ نفرتیں ــــ یہ شکست و ریخت کس کی ہیں؟ ــــ اور کیوں ہیں؟

تمھارے خون آلود ہاتھوں میں یہ خنجر کس کا ہے؟ تمھارے محبت بھرے سینوں میں یہ آتش انتقام کس کی ہے؟ تمھارے سادہ ذہنوں میں یہ تخریب کاری اور تشدد کا جنون کدھر سے آیا ہے؟ تمھاری رگوں میں نفرتوں اور عداوتوں کا یہ زہر کس نے سرایت کیا ہے؟ تمھارے گرد و پیش کشت و خون کا یہ بازار کس نے

گرم کیا ہے؟ کہیں یہ سابق مشرقی پاکستان کی صدائے بازگشت تو نہیں؟

ذرا پیچھے پلٹ کر دیکھو---- اور پہچانو---- کہ وہ کون تھے جن کے سینوں پر قیام پاکستان انگارہ بن کر دہک اٹھا تھا؟

---- وہ کون تھے جنھوں نے پاکستان کے مجوزہ نقشے پر زہر آلود خنجر سے لکیریں کھینچیں تھیں؟

---- وہ کون تھے جن کی سازشوں نے پنجاب' بنگال اور کشمیر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے تھے؟

---- وہ کون تھے جنھوں نے پورے ہندستان میں آتش انتقام کے شعلے بھڑکائے تھے؟

---- وہ کون تھے جنھوں نے لاکھوں مسلمانوں کو کلمہ گو ہونے کے جرم میں تہ تیغ کر دیا تھا؟

---- وہ کون تھے جنھوں نے مطالبہ پاکستان کی پاداش میں ہمارے نونہالوں کو برچھیوں میں پرو دیا تھا' ہماری بیٹیوں کو بے آبرو کیا تھا' ہمارے بیٹوں کی لاشوں کے انبار لگائے تھے؟

---- وہ کون تھے جنھوں نے پاکستان کے قلب میں خنجر اتار کر اسے دو لخت کر دیا تھا؟

تقسیم کے نازک مرحلے پر خانماں برباد مہاجروں کے لٹے پٹے قافلے آئے جنھیں قصد ہجرت کی مہلت بھی نہیں دی گئی' جنھیں سنگینوں کی زد پر پاکستان کی سرحدوں کی جانب دھکیلا گیا تھا' جن کے قافلے ہر منزل پر لٹے تھے' جنھوں نے قدم قدم پر اپنے جگر گوشوں کی بے گور و کفن لاشیں چھوڑی تھیں' جنھیں اتنی مہلت بھی نہ دی گئی تھی کہ اپنی بیٹیوں کی برہنہ لاشوں پر چادریں ڈال سکتے' جنھیں یہ اجازت بھی نہیں تھی کہ اپنے اعزہ کے زندہ یا مردہ ہونے کی تصدیق کر سکتے۔ اور یہ مہاجر بھی کسی ایک صوبے سے نہیں آئے تھے۔ ان میں غیر منقسم ہندستان کے ہر صوبے کا ستم رسیدہ شامل تھا۔

یہ کیسی سزا تھی؟ یہ کیسی عقوبت تھی؟ اس جرم کی پاداش میں کہ اقلیت میں ہونے کے باوجود انھوں نے مسلم اکثریتی علاقے میں قیام پاکستان کی تائید کی تھی۔ انھوں نے دین کی سربلندی اور اسلام کی بقا کے لیے ایک علیحدہ سرزمین کا مطالبہ کیا تھا۔ انھوں نے اسلام دشمن عناصر کا پردہ چاک کر دیا تھا۔ انھوں نے دو قومی نظریے کی توثیق کر دی تھی۔

ان کا جرم بڑا سنگین تھا نا!

افتاں و خیزاں' برہنہ سر' برہنہ پا' چاک گریباں' یہ قافلے جب پاکستان کی سرحدوں تک پہنچے تھے تو کسی نے ان کے راستے نہیں روکے تھے بلکہ ان کی پذیرائی کے لیے سارے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ یہ ملک اس وقت ملک خداداد تھا۔ کسی کی جاگیر نہیں تھی۔ کسی کا ورثہ نہیں تھا۔ اور کسی نے بھی اپنی معیشت تباہ ہونے کے اندیشے سے دل تنگ نہیں کیے تھے بلکہ بنگال' پنجاب' سندھ' بلوچستان اور سرحد نے اپنے دیدہ و دل فرش راہ کر دیے تھے۔ اپنی آغوش محبت میں سمیٹ لیا تھا۔ اپنے بازوؤں کے حصار میں پناہ دی تھی۔ ان

کے زخموں پر مرہم رکھا تھا۔

--- اس وقت یہاں نہ ملیں تھیں' نہ فیکٹریاں تھیں۔

--- نہ سرمایہ تھا' نہ سرمایہ دار تھے۔

--- نہ عصبیت تھی' نہ کرسی کے دعویدار تھے۔

--- نہ دولت تھی' نہ دولت کے پرستار تھے۔

--- نہ اسلحہ تھا' نہ تخریب کار تھے۔ بس دنیا کے نقشے پر دو چھوٹے چھوٹے گھروندے تھے۔ اور اس کے مکینوں کے دل کشادہ اور وسیع صحن تھے۔ ان گھروندوں کے سارے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ اس وقت یہاں نہ کوئی بنگالی تھا نہ بہاری' نہ پنجابی تھا نہ پٹھان' نہ سندھی تھا اور نہ بلوچی بلکہ سب مسلمان تھے اور سب پاکستانی تھے۔ صوبوں کی حد بندیاں انتظامی امور کے لیے تھیں۔ بھائی بھائی کے درمیان خط فاصل نہ تھے۔

بڑا سہانا وقت تھا کہ جو جہاں چاہتا اپنا نشیمن بنا لیتا۔ جس کو جہاں روزگار کے مواقع میسر آتے وہیں کا ہو رہتا۔ جس کو جہاں کا آب و دانہ راس آتا وہیں ڈیرے ڈال دیتا۔

اخوت و محبت' اتفاق اور اتحاد کی یہی فضا تھی کہ اللہ کی رحمتوں نے ہمیں نواز دیا۔ آسمان سے رزق برسا اور زمین سونا اگلنے لگی۔ لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ (الاعراف ۷:۹۶) کے مصداق یہ نوزائیدہ تہی دامن ملک سیراب و شاداب ہونے لگا' پروان چڑھنے لگا۔ وہ طاغوتی عناصر جنھوں نے پاکستان کے وجود کو چار دن کی چاندنی سمجھ کر مجبوراً گوارا کر لیا تھا اور سرمائے کی تقسیم میں خیانت کے مرتکب ہوئے تھے' ترقی اور استقامت کی طرف بڑھتے ہوئے پاکستان کے قدم دیکھ کر پھر بے تاب ہو گئے' بے قرار ہو گئے۔

اور دشمنوں نے ۶ ستمبر ۶۵ کی رات اچانک اور ناگہاں اعلان جنگ کے بغیر' بین الاقوامی قوانین کو پامال کر کے لاہور کی سرحد پر شب خون مارا تھا۔ ان کے عزائم اور ان کی نیتیں ایک بار پھر بے نقاب ہو گئی تھیں۔

۶ ستمبر کو ہر سال ہم یوم دفاع مناتے ہیں۔ سرکاری تعطیل ہوتی ہے۔ فوجی پریڈ اور سلامیاں ہوتی ہیں۔ خون کو حرارت بخشنے اور ایمان کو تازہ ولولہ دینے والے قومی نغمے ہوتے ہیں۔ وطن کی حفاظت کرتے ہوئے جن دلیروں اور جاں بازوں نے جام شہادت نوش کیا ان کے لیے سلام عقیدت ہوتے ہیں۔ یہ سارے جذباتی کام بڑے اچھے ہیں۔ اس سے قوم کا وقار بلند اور اعتماد بحال ہوتا ہے۔

لیکن ہر یوم دفاع پر ستمبر ۶۵ کی جنگ اور دسمبر ۷۱ کی ذلت آمیز شکست کا موازنہ' اس کے اسباب و عوامل سے ہمیں اہل پاکستان اور اپنی نئی نسل کو پوری صداقت اور دیانت داری سے ضرور آگاہ کرنا چاہیے۔ ستمبر ۶۵ کی جنگ میں دشمن کے عزائم اور اس کے خواب اس لیے شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے کہ اس وقت ہماری

بنیادیں کھوکھلی کرنے میں وہ کامیاب نہ ہو سکا تھا۔ اس وقت تک ہمارے درمیان نظریہ پاکستان کی دھجیاں بکھیرنے والے' دشمن دین و ایمان' ضمیر کے سوداگر اور آستینوں کے سانپ موجود نہ تھے۔ اس وقت تک شہادت اور ہلاکت کا فرق ہم میں باقی تھا۔ اس وقت تک پاکستان اپنے وسائل کی کمی کے باوجود جنگ اور جہاد کا فرق جانتا تھا۔ اس وقت تک بھائی بھائی کے دلوں میں شگاف نہیں پڑے تھے۔ اس وقت تک نقاب پوش قاتلوں نے ضمیر کی سرحد عبور نہیں کی تھی۔ اس وقت تک ہمارے ہاتھ اپنوں کے خون سے لہو رنگ نہیں ہوئے تھے۔ جن جذبوں نے سرزمین پاک کو دفاعی حصار عطا کیا تھا' وہ آلودہ نہیں تھے' بے لوث تھے۔

اسی لیے ہمارے عزم و حوصلے کی چٹان سے ٹکرا کر دشمن کے ناپاک عزائم پاش پاش ہو گئے تھے اور جشن فتح کے لیے لاہور کے جم خانہ میں جام و ساغر ٹکرانے کی شرط ہار گئے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد یہ دوسرا زخم تھا جس نے ان کی آتش انتقام کو اور بھی بھڑکا دیا تھا۔ انھیں بہرصورت اسلام کا پرچم سرنگوں کرنا تھا۔ پاکستان کو اپنے ناپاک قدموں سے روند ڈالنا تھا۔ نظریہ پاکستان کے امتیاز اور افتخار کو مٹا ڈالنا تھا۔

اس جنگ کی ناکامی اور رسوائی نے ان کے حوصلے پست نہیں کیے تھے۔ جن جذبوں نے انھیں شکست دی تھی' جس اتفاق اور اتحاد سے ٹکرا کر ان کی فوجی طاقت کا زعم پاش پاش ہو گیا تھا' انھیں اب ان جذبوں کو مٹانا تھا۔ اتفاق و اتحاد اور عزم و حوصلے کو نشانہ بنانا تھا۔ اسلامی تشخص اور وقار کو مجروح کرنا تھا۔ اب اس سرحد کو نہیں' اس سرحد کو عبور کرنا تھا جہاں کے لوگ زیادہ سادہ لوح' زیادہ نادان اور زیادہ معصوم بھی تھے اور اپنے مرکز سے دور بھی۔

اس بار وہ آتشیں اسلحہ لے کر میدان جنگ میں نہیں اترے تھے بلکہ دوستی کا لبادہ اوڑھ کر ہماری صفوں میں در آئے تھے۔ مقصد وہی تھا۔ عزائم وہی تھے۔ انداز بدل گئے تھے۔ اب انھیں عصبیت' عداوت اور نفرت کا زہر خود ہمارے سینوں میں اتارنا تھا۔ اب وہ حق تلفی' آزادی اور علیحدگی کے نعرے لے کر آئے تھے۔

الفاظ ان کے تھے' زبان ہماری تھی۔ عزائم ان کے تھے' تعاون ہمارا تھا۔ منصوبے ان کے تھے' کاوشیں ہماری تھیں۔ ہم نے ان سے یہ نہیں پوچھا کہ آزادی کا جو نعرہ تم ہم کو دے رہے ہو' علیحدگی کا جو سبق تم ہم کو سکھا رہے ہو' خود تمھارے جال میں کتنے اسیر تڑپ رہے ہیں؟ پنجاب' آندھرا پردیش اور آسام جیسے تمھارے بے شمار صوبے کن آہنی شکنجوں میں گرفتار ہیں۔ ہمیں آزادی اور خود مختاری کے سبز باغ دکھانے والے خود کتنوں کے لیے پیر کی بیڑیاں اور گلے کا طوق بنے ہوئے ہیں۔

اتنی بڑی حقیقت ہمارے سامنے سینہ تانے کھڑی تھی کہ پاکستان بنا تو بنگلہ دیش کا فتنہ اٹھایا گیا تھا' ورنہ مغربی بنگال کو بھی تو بنگلہ دیش بنایا جا سکتا تھا۔ ایک ہی صوبے کے یہ دو حصے تھے۔ سرحدوں سے سرحدیں آج بھی ملی ہوئی ہیں۔ فاقہ کشی' افلاس اور غربت کی انتہا کے باوجود بھارت کی ماتا اس کے لیے بے قرار نہ ہوئی۔ وہاں

کوئی صدائے احتجاج نہیں۔ کسی حق تلفی کی داستان نہیں۔ کسی علیحدگی اور خود مختاری کے نعرے نہیں۔
خود ہم ہی دانائی اور بینائی سے محروم ہوں تو الزام کس کو دیں؟

جو خود اپنی غیرت و حمیت' آزادی اور خود مختاری کا تحفظ نہیں کرتے' جو خود اپنی آبرو سے کھیلتے ہیں' جو خود اپنے نشیمن کو نذر آتش کرتے ہیں' جو خود اپنے گلستانوں کی ویرانی کے درپے ہوتے ہیں' جو خود اپنی ماؤں اور بہنوں کے سروں سے چادریں چھینتے ہیں' جو خود اپنے بچوں کو ذبح کرتے ہیں' جو خود اپنی شاہ راہوں پر بارودی سرنگیں بچھاتے ہیں' ان کا وہی حشر ہوتا ہے جو ہمارا سقوط ڈھاکہ کے وقت ہوا۔

کاش زمین شق ہو جاتی اور آسمان پھٹ پڑتا یا بوڑھی گنگا اور میگھنا اپنے کناروں سے ابل پڑتے اور ان کی طوفانی موجیں سب کچھ بہالے جاتیں۔ سب کو غرق کر دیتیں۔ نہ آزادی اور خود مختاری دلانے والے باقی رہتے' نہ ان کے فریب میں آکر ناموس اسلام کو تار تار کرنے والے باقی رہتے۔ نہ بے گناہوں کے خون سے زمین سرخ ہوتی نہ عورتوں اور بچوں کی آہ و بکا سے کلیجے شق ہوتے اور نہ جوانوں کے سینوں میں سنگین اتار کر رقص بسمل پر تالیاں بجانے والے سلامت رہتے۔ بس طوفان کی بہت سی خبروں جیسی ایک خبر ہوتی۔ مسلمان رسوا تو نہ ہوتے۔

جو خونی ڈراما وہاں کھیلا گیا' اس سے آدھی قوم کو یہاں بے خبر رکھا گیا۔ اس کی فلمیں پاکستان کے سوا ہر ملک میں دیکھی گئیں۔ بس ہماری ہی آنکھوں پر پردے ڈال دیے گئے تھے۔

وہ خونچکاں داستان' وہ لرزہ خیز واقعات' ظلم و بربریت کے وہ روح فرسا مناظر' ہم ظاہر کریں یا حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ کی طرح ستر پردوں میں چھپا کر رکھیں.....!

کل کا تاریخ نویس ہمارے اعمال و کردار کا بے لاگ تجزیہ ضرور کرے گا جو ہم کہہ نہ سکے' وہ کہہ گزرے گا۔ جو ہم لکھ نہ سکے' وہ ضرور لکھے گا اور جن حقیقتوں سے ہم نظریں چراتے ہیں' بر سر عام ضرور لائے گا۔

قوموں کے عروج و زوال کی داستان صدیوں پر محیط ہوتی ہے۔ ہم نے یہ فاصلے بڑی برق رفتاری سے طے کیے کہ آغاز و انجام سربہ گریباں ہیں۔ پچاس سال کے اس مختصر دور میں نہ جمہوریت نے ہمیں پناہ دی نہ مارشل لا ہمارے زخموں کا مداوا کر سکا۔ نہ قانون تحفظ دے سکا' نہ عدالتیں انصاف کر سکیں۔ اقتدار اور اختیار کی اس رسہ کشی میں غیر ملکی اور اسلام دشمن ریشہ دوانیوں کا شکنجہ ہم پر مضبوط ہو تا گیا۔ ملک کے اندر ایسے عناصر جو شروع سے پاکستان کے مخالف تھے' ان کے فتنے اپنے نکتہ عروج پر پہنچ گئے ہیں۔

اب نہ کوئی رہبر ہے' نہ سالار قافلہ۔ نہ نشان راہ ہے' نہ منزل کا تعین بلکہ نفسا نفسی کے اس میدان حشر میں تعصب اور تشدد کا سورج سوا نیزے پر آگیا ہے۔ آج ہم بھی لٹ رہے ہیں۔ تم بھی لٹ رہے ہو۔

ہم بھی مقتول ہیں، تم بھی مقتول ہو۔ پھر یہ لٹیرے اور یہ قاتل کون ہیں؟ انھیں پہچانو گے نہیں---؟

ہماری آبادیوں کے گلی کوچے شام غریباں کا عنوان بن گئے ہیں۔ ملک کا قریہ قریہ اسلحے کا مینابازار بن گیا ہے۔ اس انتشار کے ذمہ دار، اس مینابازار کے خریدار، یہ نقاب پوش تخریب کار کون ہیں؟ انھیں پہچانو گے نہیں---؟

جن جذبوں کو جذبہ جہاد بننا تھا، جن بازوؤں کو اسلام کا علم بردار بننا تھا، جن حوصلوں کو قوم کا معمار بننا تھا، جن طاقتوں کو سیسہ پلائی دیوار بننا تھا--- ان جذبوں اور ان بازوؤں کو، ان حوصلوں اور ان طاقتوں کو خود تمھاری ہلاکت کے لیے اپنا آلہ کار کس نے بنالیا ہے؟ انھیں پہچانو گے نہیں---؟

جنگ تو دشمن سے لڑی جاتی ہے۔ خون تو اسلام کو غالب کرنے کے لیے بہایا جاتا ہے۔ جان و مال کی قربانی تو طاغوتی طاقتوں کو مغلوب کرنے کے لیے دی جاتی ہے اور اسلحے تو تحفظ اور بقا کی ضمانت ہوتے ہیں۔ اور تم تو خود اپنے آپ سے لڑ رہے ہو۔ تم تو اسلام کے ناموس سے کھیل رہے ہو۔ تم تو اپنے سارے ہتھیار خودکشی کے لیے استعمال کر رہے ہو۔ تم نے اپنی آزادی، اپنی بقا، اپنی سلامتی، اپنا دین اور اپنا ایمان سب کچھ داؤ پر لگا دیا ہے۔

اسلام کی ساری اصطلاحوں کو بے معنی کر دینے والے، خون مسلم کو ارزاں اور سرزمین پاک پر آتش نمرود کے شعلے بھڑکانے والے، بیٹوں کو قتل اور بیٹیوں کو اغوا کرنے والے، یہ فرعون کے نمایندے کون ہیں؟ انھیں پہچانو گے نہیں---؟

اپنے نشیمن میں دشمن کی لگائی ہوئی آگ کو تم ہوا دے رہے ہو اور جن ہاتھوں نے مشرقی پاکستان کو مٹایا تھا، وہ تمھارے رگ گلو تک پہنچ چکے ہیں۔ جو چنگاری تم نے اپنے دامن میں چھپائی تھی، وہ شعلہ بن کر تمھارے گریبان تک پہنچ چکی ہے۔ زبان، رنگ و نسل اور قبیلوں کی اس تفریق نے تمھارا دامن تار تار کر دیا ہے۔ تمھاری طاقتوں کا شیرازہ بکھیر دیا ہے۔ گھر کے اندر سرحدوں کے حصار میں رہ کر تم اپنی حفاظت نہیں کر سکے۔ دشمن کے ہاتھوں شطرنج کے بے بس مہرے بن گئے۔ پھر اس سرحد کے باہر دور دور تک تاحد نگاہ، یہود و نصاریٰ نے تمھارے لیے سازشوں کا جو جال بچھایا ہے اس سے کیسے بچو گے؟

اسلام تو امن و اخوت کا پیغامبر ہے۔ زبان، رنگ و نسل، قبیلوں اور فرقوں کو مٹا کر ایک قوم، ایک ملت، ایک جماعت، ایک وحدت میں ڈھالنے والا ہے۔ اور تمھارے دشمن، تمھیں گروہوں اور فرقوں میں تقسیم کر کے یکے بعد دیگرے شکار کرنا چاہتے ہیں۔ اسلام کو رسوا اور دو قومی نظریے کو ساقط کرنا چاہتے ہیں۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہم اس نسخہ کیمیا کو اپنے جز دانوں سے نکالتے جو ہمارے مسائل کا حل ہے جس کے ہم امین ہیں۔ جو ہمارا دین اور ہمارا ایمان ہے جو ہماری وحدت اور سالمیت کی ضمانت ہے اور جو نظریہ

پاکستان کا محافظ ہے۔ اگر اس کو ہم اپنا رہبر بناتے تو آج یہ روز بد ہمیں دیکھنا نہ پڑتا۔ قرآن حکیم سے ہمیں وہ بصیرت ملتی کہ اقتدار اور اختیار کی ہوس اور پیچ در پیچ سیاست کو ہم پہچان لیتے۔ اور دام ہم رنگ زمین میں الجھ کر نہ رہ جاتے۔

اس کے برعکس ہم نے اپنے سارے وسائل اور وہ تمام ذرائع جو ذہنوں اور دلوں کو متاثر کر سکتے تھے، اسلام اور اللہ کی شریعت کو بدنام اور مسخ کرنے، اس کو تضحیک کا نشانہ بنانے، لوگوں کو اس سے بدگماں اور متنفر کرنے کے لیے استعمال کیے۔ ہمارے نام نہاد لیڈروں اور رہنماؤں نے اپنے اقتدار اور اپنی کرسی، اپنی حکومت اور اپنی برتری کے داؤ پیچ میں پاکستان کے تحفظ اور نئی نسل کے رجحان کو بالکل نظرانداز کر دیا۔

جن چوروں، ڈاکوؤں اور قاتلوں کو ہم نے فلموں اور ڈراموں میں ہیرو بنا کر پیش کیا، وہ اب مجسم ہو کر پردۂ سیمیں سے باہر نکل آئے ہیں اور ہماری چھاتیوں پر دندناتے پھرتے ہیں۔

اللہ کے قانون کو ظلم اور بربریت ثابت کرنے والوں نے ہاتھ کاٹنے کی سزا کو انسانیت سوز قرار دے دیا۔ اب ان ظالموں کے ہاتھ کون پکڑے گا جو چوریاں نہیں، دن دہاڑے ڈاکے ڈالتے ہیں۔ اور بے گناہ شہریوں کو صرف ان کے سرمائے اور پونجی سے ہی محروم نہیں کرتے بلکہ سینہ گولیوں سے چھلنی اور سر تن سے جدا کر دینے کی مہارت رکھتے ہیں۔ پتا نہیں یہ انسانیت کی کون سی منزل ہے!

حدود شریعت کیا ہیں؟ کوئی نہیں جانتا
اس کے تقاضے کیا ہیں؟ کوئی نہیں جانتا
اس کی شرائط کیا ہیں؟ کوئی نہیں جانتا

لیکن بدچلنی، حق تلفی، ناانصافی اور ظلم و تشدد کے جتنے فتنوں کو ہمارے بے لگام معاشرے نے جنم دیا ہے، ان سب پر ہم نے حدود آرڈیننس کا لیبل چسپاں کر کے مباحثوں اور مذاکروں کے ذریعے، اخباری بیانات اور قسط وار ڈراموں کے ذریعے عام لوگوں کو اس سے برگشتہ کیا، متنفر کیا اور بندوں کو اپنے خدا سے بدگمان کیا۔ اور کبھی ان والدین کے دلوں میں جھانک کر نہ دیکھا جن کی بیٹیاں دن دہاڑے سڑکوں، شاہ راہوں اور درس گاہوں سے اٹھائی جاتی ہیں۔ پتا نہیں اخلاق اور کردار کی یہ بلندی کس منصب پر ہے۔

ایک بنگلہ دیش بن چکا ہے اور ایسے بہت سے دیش بنانے کے مدعی ہمارے گردوپیش موجود ہیں۔ مگر ہم نے اس حقیقت کو بالکل فراموش کر دیا ہے کہ یہ سارے مطالبے پاکستان کے دم کے ساتھ وابستہ ہیں۔ دیش بنتے اور ٹوٹتے رہیں گے لیکن پاکستان کے نظریے اور سالمیت کی حفاظت ہم نے اگر نہ کی تو پھر پاکستان کبھی نہ بن سکے گا۔

آج ہماری کشتی حیات پر بار عصیاں اس کی بساط سے بڑھ کر ہے۔

--- اس کی تہہ میں شگاف پڑ چکے ہیں
--- اس کے پتوار فروخت ہو چکے ہیں
--- اس کے تختے گروی ہیں
--- اس کے بادبان سے ناخداؤں کی عبائیں اور دستار بن چکے ہیں
--- اور طوفان بلاخیز موج در موج ہر سمت سے امڈا چلا آ رہا ہے
--- اور تمہاری نگاہیں ساحل مراد کی نہیں رلہ فرار کی متلاشی ہیں
اس نازک وقت میں چراغاں کرنے سے پہلے ......
--- قوم کی عزت و ناموس کا دامن جو تار تار ہو گیا ہے' اسے رفو تو کر لو۔
--- جن کو تم نے اپنے خزانوں کا امین بنایا ہے ان سے دیانت کی سند تو لے لو۔
--- جنھوں نے تمہارے ہاتھوں میں کاسہ گدائی دیا' ان کی سخاوت اور دریادلی کی آزمایش تو کر لو۔

دوست دشمن ' اپنے پرائے' کھرے کھوٹے اور حق و باطل کی پہچان اگر ہم اب بھی کر لیں تو شاید طوفان بلاخیز کا رخ بدل جائے ورنہ یہ کشتی--- کشتی نوح نہیں ہے کہ ساحل ہی اس کا مقدر تھا۔

حالات کی اس سنگینی پر بھی ہم نہیں جانتے کہ ہماری مہلت کب تک ہے۔ اللہ کی زمین ان مظالم پر ہمارے پیروں تلے باقی رہے گی یا نہیں۔ اب بھی دم آخر ہم قوم یونس علیہ السلام کی طرح اپنے رب کے آگے جھک جائیں گے اور باب توبہ پر دستک دے کر باب رحمت میں داخل ہو جائیں گے یا نہیں۔

ہماری سیاسی وابستگی خواہ کچھ بھی ہو' قرآن سے ہمارا رشتہ تو نہیں ٹوٹا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہماری عقیدت اور محبت ماند تو نہیں پڑی۔ ہمارے گناہوں کا بوجھ گو کم نہیں لیکن اللہ کے بندے تو ہیں۔ مسلمان تو ہیں۔ اسلام سے برگشتہ تو نہیں ہوئے ہیں۔ قرآن کی صداقت اور اس کی آفاقیت کے منکر تو نہیں ہوئے ہیں۔

قرآن کا پیغام' محبت ہے' امن ہے' عافیت ہے' انصاف ہے' اتحاد و اتفاق اور حق شناسی ہے۔ قرآن کا قانون آج کی نام نہاد جمہوریت اور آمریت سے ماورا' انصاف' تحفظ' استقامت اور مساوات کا علم بردار ہے۔

اسی قرآن کے رشتے' اسی اسلام کے رشتے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت اور محبت کے رشتے کو استوار کرنے کے لیے تم سب کو آواز دے رہے ہیں۔

اے اللہ! ہماری اس پکار کو' ہماری اس صدا کو' وہ تاثیر عطا فرما جو ہر دل میں اتر جائے اور ہر گوش ہمہ تن گوش بن جائے۔ آمین!